کتاب نما

پاکستان میں انٹیلی جنس ایجنسیوں کا سیاسی کردار: منیر احمد۔ ناشر: گورا پبلشرز، لوئر مال، لاہور۔ صفحات: ۲۹۴+۲۸ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

مصنف کے الفاظ میں کتاب کا مقصد تالیف "خفیہ سروس کے اداروں کی خامیوں اور خوبیوں کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے" (ص ۲)۔ زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ "خفیہ اداروں کا بھی احتساب کیا جانا چاہیے۔ ان کا کام یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنے فیصلے حکومت وقت سے زبردستی تسلیم کرائیں" (ص ۱۰)۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ بہت سے پاکستانی سیاست دان اقتدار حاصل کرنے کے لیے انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ٹاؤٹ بن جاتے ہیں اور ملک دشمن قوتوں کی مدد لینے میں [بھی] عار محسوس نہیں کرتے (ص ۲)۔ دوسری جانب "حکمران اپنی کرسی [اقتدار] بچانے کے لیے اپنے ہی ملک کی دوسری خفیہ ایجنسی کی جاسوسی کرنے پر لگ جاتے ہیں" (ص ۲)۔

مصنف 'روزنامہ "فرنٹیر پوسٹ" کے نامہ نگار ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار بلخ شیر مزاری کی وزارت عظمیٰ کے دور میں شائع ہوئی تھی۔ پیپلز پارٹی نے برسر اقتدار آتے ہی اس پر پابندی عائد کر دی مگر عدالت نے یہ پابندی ختم کر دی۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ موضوع کی نزاکت کے پیش نظر مصنف نے بڑی احتیاط سے کام کیا ہے۔

مصنف نے بتایا ہے کہ "خفیہ سروس کے اداروں کا سیاست میں ہمیشہ ہی سے ایک مخصوص کردار رہا ہے۔ یہ کردار ہمیں انگریز سے ورثے میں ملا تھا" (ص ۱۷)۔ "سب سے پہلے لیاقت علی خاں نے خفیہ سروس کے اداروں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کیا" (ص ۱۸) اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اگرچہ انٹر سروسز انٹیلی جنس (ISI تشکیل: ۱۹۴۸) اپنے طور پر سیاست دانوں کی نگرانی کیا کرتی تھی (ص ۱۹) لیکن اس کے اندر [باقاعدہ] سیاسی سیل وزیر اعظم بھٹو نے قائم کیا۔ (ص ۱۲)۔ مزید برآں انھوں نے انٹیلی جنس بیورو (آئی بی) کو بھی پیپلز پارٹی کے مخصوص مفادات و مقاصد کے لیے استعمال کیا (ص ۲۵)۔ بعد ازاں جنرل ضیاء الحق اور پھر محمد خان جونیجو نے

بھی اس کو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ (ص ۲۹۵)۔ محترمہ بے نظیر نے ایک جانب آئی ایس آئی کا سیاسی سیل ختم کرنے کا اعلان کیا، مگر دوسری جانب آئی بی کے سیاسی سیل کو مزید فعال بنانے کے لیے خزانے کا منہ کھول دیا (ص ۱۱۷-۱۱۸)۔ جنرل کلو نے اس سے سیاست دانوں کی وسیع پیمانے پر جاسوسی و مخبری کا کام لیا (ص ۲۴۲)۔

کتاب کا بیشتر حصہ (ص ۱۲۲-۲۳۴) "آپریشن مڈ نائٹ جیکالز" (۱۹۸۹) کی کیسٹوں کی حرف بہ حرف نقول پر مشتمل ہے۔ مصنف بتاتے ہیں کہ "بے نظیر حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد کو کامیاب کرانے کی تیاریاں مکمل تھیں، مگر آخری مرحلے پر مخصوص حلقوں کے اشارے پر نواز شریف بھاگ گئے۔ انھوں نے اچانک ارادہ تبدیل کر لیا، یوں عدم اعتماد کی تحریک بری طرح ناکام ہوئی"۔ (ص ۱۱۹، ۲۴۷) یہ اس کتاب کا سب سے زیادہ عبرت ناک حصہ ہے، جس سے سیاست دانوں کے بکنے اور خریدنے والوں کی ذہنیت اور مول تول کی پستیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ "بے نظیر بھٹو نے بھارت اور امریکہ کو ایٹمی پروگرام کے بارے میں خفیہ معلومات دیں" (ص ۱۲۰) اور راجیو گاندھی نے بے نظیر کو آئی ایس آئی ختم کر کے اپنا اقتدار محفوظ رکھنے کا مشورہ بھی دیا (ص ۲۸۶) جواب میں بے نظیر کے "وزیر داخلہ اعتزاز احسن نے دہلی کے خفیہ دورے کے دوران ۱۱۲۳ سکھوں کی فہرست بھارت کے سپرد کی، جنھیں گرفتار یا ہلاک کر دیا گیا" (ص ۲۵۱)۔

منیر احمد بتاتے ہیں کہ سیکرٹری داخلہ فضل حق نے فروری ۱۹۷۷ میں بھٹو کو رپورٹ دی تھی کہ اسلامی جمعیت طلبہ کے راہ نماؤں نے خون سے لکھ کر عزم کیا ہے کہ وہ پاکستان قومی اتحاد کی کامیابی کے لیے اپنی جان کی بازی تک لگا دیں گے (ص ۶۵)۔

راقم ان دنوں جمعیت کے فیصلہ ساز اداروں کا باقاعدہ رکن تھا، اس لیے اس امر کی پر زور تردید کرتا ہے کہ جمعیت کے کسی کارکن یا لیڈر نے ایسا کوئی عہد و پیمان کیا تھا۔ یہ من گھڑت بلکہ لغو رپورٹ ایجنسیوں کے ذہن کی پیداوار تھی۔

افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ خفیہ اداروں کے منہ کو قومی سیاست کا لہو ایسا لگا کہ اس کے نتیجے میں ان اداروں نے "حکومتیں بنوانے اور تڑوانے میں اہم کردار ادا کیا" (ص ۲۹۴) حالانکہ ان اداروں کا مقصد قومی سلامتی کا استحکام ہونا چاہیے۔

کتاب میں خوبیوں کے ساتھ چند خامیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اول: تکرار کا عیب، دوم: کہیں ضمیر واحد متکلم اور کہیں جمع متکلم، سوم: ۱۹۷۷ سے قبل کی برائے نام، اور ۱۹۸۸ کے بعد کی زیادہ تفصیلات دی گئی ہیں، اس لیے پہلے دور میں خفیہ اداروں کی سرگرمیوں پر تفصیلی مطالعے کی ضرورت باقی ہے۔